

صحیح بخاری 3700

سے کیا کیا کیفیات سمجھ آتی ہیں؟

صحیح بخاری 3700

آرٹیکل (MAIN FACEBOOK PAGE) پہ پڑھنے کیلئے نیچے (LINK) پہ کلک

کریں:

[https://m.facebook.com/story.php?](https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=263112866390197&id=100080744567949&mibextid=Nif5oz)

[story_fbid=263112866390197&id=10008074456](https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=263112866390197&id=100080744567949&mibextid=Nif5oz)

[7949&mibextid=Nif5oz](https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=263112866390197&id=100080744567949&mibextid=Nif5oz)

ایک حدیث صحیح بخاری 3700 سے کیا سمجھ آتا ہے؟

صحیح بخاری 3700 کو تھوڑا تھوڑا لکھ کر، پیرے بنا کر، نمبرنگ کر کے اپنی رائے دی ہے تاکہ علم ہو کہ ایک حدیث ایک نہیں ہوتی اس میں کئی مسائل کا حل ہوتا ہے۔ جیسے:

صحیح بخاری 3700: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ

نے بیان کیا، ان سے حصین نے، ان سے عمرو بن ميمون نے بیان کیا

1۔ صحیح بخاری راوی و اسناد کے ساتھ صحیح ہے مگر ہر حدیث کو من و عن نہیں

مانا جاتا بلکہ تمام احادیث کو پڑھ کر قانون و اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے۔

کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب کو زخمی ہونے سے چند دن پہلے مدینہ میں دیکھا

کہ وہ حضرات حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف کے ساتھ کھڑے تھے اور ان

سے یہ فرما رہے تھے کہ (عراق کی اراضی کے لیے، جس کا انتظام خلافت کی جانب سے ان کے سپرد کیا گیا تھا) تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ کیا تم لوگوں کو یہ اندیشہ تو نہیں ہے کہ تم نے زمین کا اتنا محصول لگا دیا ہے جس کی گنجائش نہ ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان پر خراج کا اتنا ہی بار ڈالا ہے جسے ادا کرنے کی زمین میں طاقت ہے، اس میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو پھر سمجھ لو کہ تم نے ایسی جمع تو نہیں لگائی ہے جو زمین کی طاقت سے باہر ہو۔ راوی نے بیان کیا کہ ان دونوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہونے پائے گا، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا تو میں عراق کی بیوہ عورتوں کے لیے اتنا کر دوں گا کہ پھر میرے بعد کسی کی محتاج نہیں رہیں گی۔

2۔ اس پیرے میں جہاں جہاں فتوحات ہوئیں، جہاں سے ٹیکس لینا ہے یا جزیہ

لینا ہے، حضرت عمر فاروق سرکاری عہدے داروں سے سوال کر رہے ہیں کیونکہ

ان کو درد ہے اتنا بوجھ تو تم نے عراق والوں پر تو نہیں ڈال دیا، پھر فرمایا کہ اگر

میں زندہ رہا تو عراق کی بیوہ عورتوں کے لئے کچھ کر جاؤں گا۔

اسلامی حکومت کو ادراک ہے کہ ہے کہ رعایا کے ساتھ کہیں زیادتی نہ ہو۔

راوی عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ ابھی اس گفتگو پر چوتھا دن ہی آیا تھا کہ عمر

رضی اللہ عنہ زخمی کر دیئے گئے۔ عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ جس صبح کو آپ

زخمی کئے گئے، میں (فجر کی نماز کے انتظار میں) صف کے اندر کھڑا تھا اور میرے

اور ان کے درمیان عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی نہیں تھا عمر

رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب صف سے گزرتے تو فرماتے جاتے کہ صفیں

سیدھی کر لو اور جب دیکھتے کہ صفوں میں کوئی خلل نہیں رہ گیا ہے تب آگے
(مصلیٰ پر) بڑھتے اور تکبیر کہتے۔ آپ (فجر کی نماز کی) پہلی رکعت میں عموماً سورۃ
یوسف یا سورۃ النحل یا اتنی ہی طویل کوئی سورت پڑھتے یہاں تک کہ لوگ جمع ہو
جاتے۔

3۔ صف بندی کے متعلق سیدنا عمر کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے، جس مسجد کی صف
بندی سے پہلے امام نماز کی تکبیر کہہ دے، اُس کو کیا کہیں کہ عوام کی تکبیر اولیٰ کی
فضیلت ہی نہیں سمجھا سکا۔ دوسرا یہ بھی سمجھ آیا کہ آپ لمبی سورتیں پڑھتے اور
لوگ دیر سے شامل ہوتے جاتے۔

اس دن ابھی آپ نے تکبیر ہی کہی تھی کہ میں نے سنا، آپ فرما رہے ہیں کہ
مجھے قتل کر دیا یا کتے نے کاٹ لیا۔ ابو لولونے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔

4۔ اس میں ایرانی غلام نے اپنا وار کیا اور آپ کو سمجھ نہ آنے دی کہ ہوا کیا ہے

کیونکہ وہ پلاننگ سے تھا۔

اس کے بعد وہ بد بخت اپنا دودھاری خنجر لیے دوڑنے لگا اور دائیں اور بائیں
جدھر بھی پھرتا تو لوگوں کو زخمی کرتا جاتا۔ اس طرح اس نے تیرہ آدمیوں کو
زخمی کر دیا جن میں سات حضرات نے شہادت پائی۔ مسلمانوں میں سے ایک
صاحب (حطان نامی) نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اس پر اپنی چادر ڈال
دی۔ اس بد بخت کو جب یقین ہو گیا کہ اب پکڑ لیا جائے گا تو اس نے خود اپنا بھی گلا
کاٹ لیا،

5۔ یہ دہشت گرد لمبی پلاننگ سے اس دور خلافت میں سوچ سمجھ کر آیا ہوا تھا اور

خود کش حملے والوں کی طرح تھا۔

پھر سیدنا عمر نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے بڑھا

دیا (عمر و بن میمون نے بیان کیا کہ) جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے

انہوں نے بھی وہ صورت حال دیکھی جو میں دیکھ رہا تھا لیکن جو لوگ مسجد کے

کنارے پر تھے (پیچھے کی صفوں میں) تو انہیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا، البتہ چونکہ

عمر رضی اللہ عنہ کی قرأت (نماز میں) انہوں نے نہیں سنی تو سبحان اللہ! سبحان

اللہ! کہتے رہے۔ آخر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بہت ہلکی

نماز پڑھائی۔

6۔ یہ کام اچانک ہوا کہ لیکن سیدنا عمر نے ایک فقیہ صحابی حضرت عبدالرحمن بن

عوف کو خلیفہ بنایا، پچھلی صفوں والوں کو ابھی تک علم نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے اور

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عقلمندی سے نماز مختصر کر دی۔

پھر جب لوگ نماز سے پلٹے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن عباس! دیکھو مجھے کس نے زخمی کیا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تھوڑی دیر گھوم پھر کر دیکھا اور آ کر فرمایا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام (ابو لولو) نے آپ کو زخمی کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا، وہی جو کاریگر ہے؟ جواب دیا کہ جی ہاں، اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اسے برباد کرے میں نے تو اسے اچھی بات کہی تھی (جس کا اس نے یہ بدلا دیا) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں مقدر کی جو اسلام کا مدعی ہو۔

7۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے پہچانا اور کہا کہ ایک غلام نے، یہ وہی غلام تھا جس نے پہلے سیدنا عمر سے حضرت مغیرہ کی شکایت کی کہ مجھ سے پیسے زیادہ لیتا ہے، آپ نے غلام سے پوچھا کہ تمہارے کام کے مطابق تو پیسے زیادہ نہیں ہیں،

جس پر اُس نے ایسے الفاظ بولے جس سے حضرت عمر جان گئے کہ یہ ایک دھمکی ہے۔ لگتا ہے کہ اُس نے حضرت مغیرہ کی شکایت کے لئے سیدنا عمر سے ملاقات نہیں کی ہوگی بلکہ ان کی ریکی کے لئے کی ہوگی۔

تم اور تمہارے والد (عباس رضی اللہ عنہ) اس کے بہت ہی خواہشمند تھے کہ عجمی غلام مدینہ میں زیادہ سے زیادہ لائے جائیں۔ یوں بھی ان کے پاس غلام بہت تھے،

8۔ اس کا مطلب بنا کہ سیدنا عمر مدینہ پاک میں عجمیوں کو لانا نہیں چاہتے تھے مگر صحابہ کرام کے مشورے سے لائے گئے کیونکہ مشاورتی کمیٹی بھی کام کر رہی تھی۔

اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا، اگر آپ فرمائیں تو ہم بھی کر گزریں۔ مقصد یہ تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم (مدینہ میں مقیم عجمی غلاموں کو) قتل کر ڈالیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ انتہائی غلط فکر ہے، خصوصاً جب کہ تمہاری زبان میں وہ گفتگو کرتے ہیں، تمہارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں۔

9۔ حضور ﷺ نے جیسے منافقین کو چھوڑا کہ یہ ہم میں گھلے ملے ہیں اور لوگ

کہیں گے کہ یہ اپنے اصحاب کو مار دیتے ہیں، اسی طرح حضرت ابن عباس کے

عجمیوں کو مارنے کے فیصلے کو سیدنا عمر نے نہیں مانا۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھراٹھا کر لایا گیا اور ہم آپ کے ساتھ ساتھ آئے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگوں پر کبھی اس سے پہلے اتنی بڑی مصیبت آئی ہی نہیں

تھی، بعض تو یہ کہتے تھے کہ کچھ نہیں ہوگا۔ (اچھے ہو جائیں گے) اور بعض کہتے تھے کہ آپ کی زندگی خطرہ میں ہے۔ اس کے بعد کھجور کا پانی لایا گیا۔ اسے آپ نے پیا تو وہ آپ کے پیٹ سے باہر نکل آیا۔ پھر دودھ لایا گیا اسے بھی جوں ہی آپ نے پیا زخم کے راستے وہ بھی باہر نکل آیا۔ اب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپ کی شہادت یقینی ہے۔ پھر ہم اندر آ گئے اور لوگ آپ کی تعریف بیان کرنے لگے، اتنے میں ایک نوجوان اندر آیا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین! آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی۔ ابتداء میں اسلام لانے کا شرف حاصل کیا جو آپ کو معلوم ہے۔ پھر آپ خلیفہ بنائے گئے اور آپ نے پورے انصاف سے حکومت کی، پھر شہادت پائی، عمر رضی اللہ

عنہ نے فرمایا میں تو اس پر بھی خوش تھا کہ ان باتوں کی وجہ سے برابر پر میرا معاملہ ختم ہو جاتا، نہ ثواب ہوتا اور نہ عذاب۔

10۔ ہر جگہ جہاں ایسا واقعہ ہو تو لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں، رائے دیتے ہیں اور کچھ دیکھنے آتے ہیں، کچھ خیال کرتے ہیں کہ آئندہ کالائٹ عمل کیا ہوگا۔ جب وہ نوجوان جانے لگا تو اس کا تہبند (ازار) لٹک رہا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لڑکے کو میرے پاس واپس بلا لاؤ (جب وہ آئے تو) آپ نے فرمایا: میرے بھتیجے! یہ اپنا کپڑا اوپر اٹھائے رکھو کہ اس سے تمہارا کپڑا بھی زیادہ دنوں چلے گا اور تمہارے رب سے تقویٰ کا بھی باعث ہے۔

11۔ اس وقت بھی تبلیغ کو نہیں چھوڑا اور نہایت آسان انداز میں نوجوان کو سمجھایا۔

اے عبداللہ بن عمر! دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ جب لوگوں نے آپ پر قرض کا شمار کیا تو تقریباً چھیاسی (86) ہزار نکلا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ اگر یہ قرض آل عمر کے مال سے ادا ہو سکے تو انہی کے مال سے اس کو ادا کرنا اور نہ پھر بنی عدی بن کعب سے کہنا، اگر ان کے مال کے بعد بھی ادائیگی نہ ہو سکے تو قریش سے کہنا، ان کے سوا کسی سے امداد نہ طلب کرنا اور میری طرف سے اس قرض کو ادا کر دینا۔

12۔ اپنے بیٹے کو قرض کا پوچھا اور پلاننگ بتائی کہ ہم سے ادا نہ ہو تو پھر اپنے قبیلے

سے لینا، قریش کے قبیلے سے لینا اور میری طرف سے قرض ادا کر دینا۔

اچھا اب ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ

عمر نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ امیر المؤمنین (میرے نام کے

ساتھ) نہ کہنا، کیونکہ اب میں مسلمانوں کا امیر نہیں رہا ہوں، تو ان سے عرض کرنا کہ عمر بن خطاب نے آپ سے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر) سلام کیا اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ آپ بیٹھی رو رہی ہیں۔ پھر کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس جگہ کو اپنے لیے منتخب کر رکھا تھا لیکن آج میں انہیں اپنے پر ترجیح دوں گی، پھر جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو لوگوں نے بتایا کہ عبد اللہ آگئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اٹھاؤ۔ ایک صاحب نے سہارا دے کر آپ کو اٹھایا۔ آپ نے دریافت کیا کیا خبر لائے؟ کہا کہ

جو آپ کی تمنا تھی اے امیر المؤمنین! عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحمد للہ۔ اس سے اہم چیز اب میرے لیے کوئی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن جب میری وفات ہو چکے اور مجھے اٹھا کر (دفن کے لیے) لے چلو تو پھر میرا سلام ان سے کہنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ اگر وہ میرے لیے اجازت دے دیں تب تو وہاں دفن کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا۔

13۔ حجرہ عائشہ میں سیدنا عمر حضور ﷺ اور سیدنا ابو بکر کے ساتھ اپنی قبر چاہتے تھے اور عام حیثیت سے مانگنے پر سیدہ عائشہ نے جگہ دے بھی دی لیکن سیدنا عمر نے کہا کہ مرنے کے بعد پھر پوچھنا کیونکہ فوری فیصلے پر بندہ نادم بھی ہو

جاتا ہے کہ میں نے کیا کیا۔ یہی لائحہ عمل ہر مسلمان کو مختلف کاموں میں رکھنا

چاہئے۔

اس کے بعد ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کے ساتھ کچھ دوسری خواتین بھی تھیں، جب ہم نے انہیں دیکھا تو ہم اٹھ گئے۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے قریب آئیں اور وہاں تھوڑی دیر تک آنسو بہاتی رہیں۔ پھر جب مردوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو وہ مکان کے اندرونی حصہ میں چلی گئیں اور ہم نے

ان کے رونے کی آواز سنی

14۔ پہلے خاندان کی عورتیں دیکھتی ہیں اور پھر مرد آجائیں تو علیحدہ ہو کر روتی

ہیں کیونکہ رشتہ تعلق رونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

پھر لوگوں نے عرض کیا امیر المؤمنین! خلافت کے لیے کوئی وصیت کر دیجئے،
فرمایا کہ خلافت کا میں ان حضرات سے زیادہ اور کسی کو مستحق نہیں پاتا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک جن سے راضی اور خوش تھے پھر آپ
نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمن بن عوف کا نام لیا اور یہ بھی فرمایا
کہ عبداللہ بن عمر کو بھی صرف مشورہ کی حد تک شریک رکھنا لیکن خلافت سے
انہیں کوئی سروکار نہیں رہے گا۔ جیسے آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تسکین کے
لیے یہ فرمایا ہو۔

15- یہ سب عشرہ مبشرہ میں شامل لوگ تھے جن سے مشورہ کے لئے کہا گیا،
اپنے بیٹے کو شامل نہیں کیا کیونکہ جدی پشتی پیری مریدی، نسل در نسل جج کا بیٹا
جج، فوجی کا بیٹا فوجی، اس تاثر کو توڑ کر مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔

پھر اگر خلافت سعد کو مل جائے تو وہ اس کے اہل ہیں اور اگر وہ نہ ہو سکیں تو جو شخص بھی خلیفہ ہو وہ اپنے زمانہ خلافت میں ان کا تعاون حاصل کرتا رہے۔
کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی گورنری سے) نااہلی یا کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے

16۔ حضرت سعد رضی اللہ کو گورنری سے معزول کیا ہوا تھا تو یہ بھی بتا دیا کہ اگر وہ خلیفہ بن جاتے ہیں تو ٹھیک ہے، وہ امانت دار ہے، ان کو کسی خاص وجہ سے گورنری سے ہٹایا تھا۔

اور عمر نے فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق پہچانے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھے اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ

بہتر معاملہ کرے جو دارالہجرت اور دارالایمان (مدینہ منورہ) میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے سے) مقیم ہیں۔ (خلیفہ کو چاہیے) کہ وہ ان کے نیکوں کو نوازے اور ان کے بروں کو معاف کر دیا کرے اور میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ شہری آبادی کے ساتھ بھی اچھا معاملہ رکھے کہ یہ لوگ اسلام کی مدد، مال جمع کرنے کا ذریعہ اور (اسلام کے) دشمنوں کے لیے ایک مصیبت ہیں اور یہ کہ ان سے وہی وصول کیا جائے جو ان کے پاس فاضل ہو اور ان کی خوشی سے لیا جائے اور میں ہونے والے خلیفہ کو بدویوں کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اصل عرب ہیں اور اسلام کی جڑ ہیں اور یہ کہ ان سے ان کا بچا کچھ مال وصول کیا جائے اور انہیں کے محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے اور میں ہونے والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول کے

عہد کی نگہداشت کی (جو اسلامی حکومت کے تحت غیر مسلموں سے کیا ہے)

وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کئے گئے عہد کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لیے

لڑائی کی جائے اور ان کی حیثیت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے،

17- ہر جانے والا خلیفہ اپنے آنے والے کو عوام کو رلیف کی بات کہے، تقویٰ

پر ہیزگاری والوں کا خیال رکھنے کے لئے کہا، سٹم کو بہتر بنائے۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو ہم وہاں سے ان کو لے کر (عائشہ رضی

اللہ عنہا) کے حجرہ کی طرف آئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا اور

عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی ہے۔ ام المؤمنین نے

کہا انہیں یہیں دفن کیا جائے۔ چنانچہ وہ وہیں دفن ہوئے،

18- سیدنا عمر کی رائے کے مطابق دوبارہ سیدہ عائشہ سے پوچھا گیا مگر انہوں نے

قبر انور کی اجازت دے دی۔

پھر جب لوگ دفن سے فارغ ہو چکے تو وہ جماعت (جن کے نام عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے بتائے تھے) جمع ہوئی عبدالرحمن بن عوف نے کہا: تمہیں اپنا معاملہ اپنے ہی میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دینا چاہیے اس پر زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنا معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنا معاملہ عبدالرحمن بن عوف کے سپرد کیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے) کہا کہ آپ دونوں حضرات میں سے جو بھی خلافت سے

اپنی برات ظاہر کرے ہم اسی کو خلافت دیں گے اور اللہ اس کانگراں ونگہبان ہوگا
اور اسلام کے حقوق کی ذمہ داری اس پر لازم ہوگی۔ ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ
اس کے خیال میں کون افضل ہے، اس پر یہ دونوں حضرات خاموش ہو گئے تو
عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ حضرات اس انتخاب کی ذمہ
داری مجھ پر ڈالتے ہیں، اللہ کی قسم کہ میں آپ حضرات میں سے اسی کو منتخب
کروں گا جو سب میں افضل ہوگا۔ ان دونوں حضرات نے کہا کہ جی ہاں، پھر آپ
نے ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ آپ کی قرابت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ابتداء میں اسلام لانے کا شرف بھی۔ جیسا کہ آپ
کو خود ہی معلوم ہے، پس اللہ آپ کانگراں ہے کہ اگر میں آپ کو خلیفہ بنادوں تو
کیا آپ عدل و انصاف سے کام لیں گے اور اگر عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنادوں

تو کیا آپ ان کے احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے؟ اس کے بعد دوسرے صاحب کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی یہی کہا اور جب ان سے وعدہ لے لیا تو فرمایا: اے عثمان! اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے بیعت کی اور علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے بیعت کی، پھر اہل مدینہ آئے اور سب نے بیعت کی۔

19۔ اس 6 رکنی کمیٹی نے بہت اچھے طریقے سے فیصلہ کیا اور سیدنا عثمان کو تیسرا خلیفہ مقرر کر دیا۔ یہ جمہوریت نہیں کہ بے وقوف عوام سے ووٹ لئے جائیں بلکہ عقلمند آدمیوں کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ کون سا ذہین آدمی ہے جو حکومت چلا کر عوام کے لئے قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کرے گا۔